پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب شہیدؒ

محمد رمضان یوسف سلفی،
ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور

پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب وطن عزیز کے بالغ النظر اور جواں فکر مذہبی سکالر تھے۔ آپ فہم قرآن انسٹی ٹیوٹ کے بانی و پرنسپل، ماہنامہ فہم قرآن کے مدیر، کئی عربی کتابوں کے مترجم، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے سابق پرسنل سیکرٹری، ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اور گولڈ میڈلسٹ ریاض یونیورسٹی سعودی عرب تھے۔ انہوں نے اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے درس و تدریس کی بھی مسند آراستہ کی، قلم و قرطاس سے بھی تعلق قائم کیا اور بحث و مباحثہ کی بھی راہ اختیار کی۔ وہ قرآن و حدیث کے عالم، فقہ و اصول اور علوم عربیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صاف ذہن، بلند فکر، فہیم و فطین، روشن ضمیر، قوی الحفظ، عالی فکر، اور اونچے دل و دماغ کے عالم دین تھے۔ وہ اپنے اوصاف و کمالات، خدمات گوناگوں اور غیر معمولی علمی استعداد کے باعث عزت و عظمت کی پروقار مسند پر متمکن ہوئے۔ میرے وہ نہایت مہربان اور پیارے محسن تھے۔ ان سے تعلقات کا دورانیہ ۱۱ برسوں پر محیط تھا۔ ۵ فروری 1991 کو ان سے پہلی ملاقات ابتسام کالج شادمان کالونی لاہور میں ماہنامہ ترجمان السنہ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ ترجمان السنہ امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہونے والا ایک عمدہ رسالہ تھا اس کے مدیر مسئول عطاء الرحمٰن ثاقب اور مدیر صاحبزادہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب اور مینجر میرے عزیز دوست شیخ عبدالرشید صاحب تھے۔ پہلی ملاقات میں ہی ثاقب صاحب نے اپنے اخلاق، خلوص و محبت اور شیریں گفتار سے محظوظ کیا اور میں ان کی دلآویز شخصیت کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ بوقت رخصت وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئے جب ہم ابتسام کالج سے باہر نکل رہے تھے تو وہیں ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب سے ملاقات ہوئی ان سے اچھے الفاظ میں میرا تعارف کروایا۔ اس کے بعد میرا معمول تھا کہ میں مہینے ڈیڑھ مہینے بعد ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا اور اپنی علمی تشنگی دور کرتا، میرے ہمراہ اکثر برادرم مسعود الرحمٰن نقیب صاحب ہوا کرتے تھے۔ ثاقب صاحب سے ہماری گھنٹوں مجلس رہتی، دین، سیاست، مذہب، ادیان باطلہ اور علامہ شہیدؒ ہماری گفتگو کا موضوع ہوتے۔ ثاقب صاحب ان موضوعات پر خوب داد تحقیق دیتے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نے مضمون نگاری شروع کی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ثاقب صاحب نے اس سلسلے میں میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور راہنمائی فرمائی۔ ان سے مل کر بے پایاں مسرت ہوتی وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ رمضان سلفی بلا جھجک لکھا کرو تمہارے مضامین ضرور شائع ہوں گے۔ یہ ان کی ہمت افزائی کا ہی نتیجہ تھا کہ میں نے مختلف موضوعات پر ترجمان السنہ میں لکھا۔ نومبر ۱۹۹۵ میں ہمارے علاقے کی مسجد اہلحدیث میں جلسہ تھا۔ صاحبزادہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب تشریف لائے میں ان سے ملا وہ بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے فیصل آباد میں ایک ہی تو بندہ تھا جو ہمارے رسالے میں مستقل لکھتا تھا۔ ثاقب صاحب نے کمال شفقت سے مجھے تحریر و نگارش کے رموز سمجھائے تھے۔ وہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں مثالی کردار ادا کرتے تھے۔ بڑے ہی صاحب علم آدمی تھے، عربی زبان و ادب پر انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے اس سلسلے میں ان پر خاص توجہ دی تھی۔ وہ علامہ صاحب کے خاص دست راست رہے تھے۔ انہوں نے علامہ شہید کو قریب سے دیکھا تھا۔ یہی سبب ہے کہ ثاقب صاحب کی گفتگو، اسلوب نگارش، تحقیق و تنقید اور مباحث علمی میں علامہ شہید کی بو باس پائی جاتی تھی۔ ترجمان السنہ میں ان کے رقم فرمودہ اداریے اور مضامین بڑے جاندار ہوا کرتے تھے۔ وہ ملکی حالات کو پیش نگاہ رکھ کر لکھتے تھے اور رسالہ بڑی محنت سے ایڈٹ کیا کرتے تھے۔ ان سے

ملاقاتوں کا سلسلہ تین سال باقاعدگی سے چلتا رہا۔ میں نے ان کو ہمیشہ خرش وخرم اور مہربان پایا۔ ۱۱ جون ۱۹۹۶ کو جماعت مجاہدین کے دفتر (فاطمہ جناح روڈ) میں نماز ظہر سے پہلے ان سے میری آخری ملاقات ہوئی تھی۔ کہنے لگے رمضان سلفی تم ماشاءاللہ اب خاصے صحت مند ہو گئے ہو۔ خندہ پیشانی سے ملے، حال احوال پوچھا میری قلمی نگارشات کی تحسین کی اپنے دفتر میں عزت سے بٹھایا۔ مسعود الرحمٰن نقیب کی تعلیمی سرگرمیوں کا پوچھا ماہنامہ صدائے ہوش کے حوالے سے میرے مضامین کو سراہا۔ اس موقع پر جماعتی سیاست اور قیادت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ فرمانے لگے قرآن میں مجید میں بار بار تقویٰ پر زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب میں نے پرانی باتیں بھلا دی ہیں اور دعوت وتبلیغ کے کام میں لگ گیا ہوں۔ دوران گفتگو انہوں نے مجھے اچھا خاصہ وعظ کہہ ڈالا اور بہت سی نصیحتیں کیں۔ یہ ملاقات بڑی دلچسپ اور یادگار تھی میں نے ان سے اجازت لی اور انہوں نے مصافحہ ومعانقہ کے ساتھ نیک دعاؤں سے مجھے رخصت کیا یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ آج وہ دن یاد آتا ہے تو آہ سی نکل جاتی ہے کہ کتنے اچھے تھے وہ دن اور کیسا مہربان تھا ہمارا دوست کہ جس سے ہم اپنے دل کی بات بلا کسی جھجک کے کہہ جاتے تھے اور وہ بھی ہمارے درد کی دوا فراہم کر دیتے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ انہوں نے ایک غریب خاندان میں شعور کی آنکھ کھولی اور پھر تعلیم وتعلم کی منزلیں طے کرتے کرتے قصر سلطانی تک پہنچ گئے۔ ان کے والد مولانا عبدالرحمٰن حصاری ایک جید عالم دین تھے انہوں نے مولانا شمس الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ فراغت کے بعد مختلف مقامات پر خطابت وامامت کا فریضہ ادا کرتے رہے اور آخر چک ۴۷۹ گ ب سمندری ضلع فیصل آباد میں اقامت گزیں ہو گئے اور گاؤں کی مسجد میں خطابت وامامت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ مولانا عبدالرحمٰن حصاری سادہ طبیعت، خلوص وللٰہیت میں اسلاف کی نشانی، وسعت علم اور تحقیق ومطالعہ کے اعتبار سے عدیم المثال عالم تھے۔ اسلاف کے اس عظیم پیرو کو دعوت دین کے سلسلے میں مصائب و مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔ بدعات ومحدثات کے وہ سخت مخالف تھے ہمیشہ غیر شرعی رسوم وعوائد کی نکیر کی۔ اسی طرح بے نماز سے متعلق ان کا موقف دو ٹوک تھا کبھی مصلحت سے کام نہ لیا۔ ایک بار گاؤں کا چوہدری مرگیا وہ بے نماز تھا مولانا نے اس کا جنازہ اس کے لواحقین کے اصرار کے باوجود نہیں پڑھایا۔ اس کے ردعمل کے طور پر ان لوگوں نے مولانا کو مسجد کی امامت وخطابت سے علیحدہ کر دیا انہوں نے یہ تو منظور کر لیا لیکن اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ اس عظیم المرتبت عالم دین نے جولائی 1992 کو وفات پائی۔ ہمارے ممدوح مولانا عطاء الرحمٰن ثاقب اس حق گو اور عظیم المرتبت عالم دین کے فرزند گرامی تھے۔ ثاقب صاحب کی ولادت باسعادت پر ان کے والد محترم نے صحیفہ اہلحدیث میں جو اعلان دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

میرے گھر اللہ پاک نے 26 جولائی 1960 کو لڑکا عنایت فرمایا ہے جس کا نام عطاء الرحمٰن رکھا گیا ہے۔ قارئین بچہ کی درازی عمر اور نیکیوں کیلئے دعا کریں (عبدالرحمٰن رحمانی) اس نیک اور سعادت بچے کی درازی عمر اور نیکیوں کیلئے دعا کی یہ درخواست صحیفہ اہلحدیث کراچی نے 9 ستمبر 1960 کی اشاعت میں صفحہ 22 پر نشر کی تھی۔ یہ وہی بچہ تھا جس نے آگے چل کر علمی دنیا میں نام پیدا کیا اور شہرت ودوام حاصل کی۔ جس وقت عطاء الرحمٰن ثاقب کی ولادت ہوئی اس وقت ان کے والد محترم مولانا عبدالرحمٰن حصاری چک نمبر 362 جھوک منصب تاندلیانوالہ (ضلع فیصل آباد) کی مسجد اہلحدیث کے امام وخطیب تھے۔ اس نیک طینت انسان نے دینی ماحول میں اپنے اس لخت جگر کی تربیت کی اور شروع دن سے ہی توحید وسنت کے اسباق اسے ازبر کرا دیئے تھے۔ مولانا ثاقب صاحب جب زندگی کی ابتدائی منزلوں سے ذرا آگے بڑھے تو ان کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دور میں مولانا عبدالرحیم اشرف کے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی بڑی شہرت تھی۔ اور اس مدرسے میں بڑے لائق اور محنتی اساتذہ طلبا کو اسلامی اور عصری تعلیم دینے پر مامور تھے۔ چنانچہ عطاء الرحمٰن صاحب کو یہاں داخل کرا دیا گیا۔ آپ ذہین الطبع طالب علم ثابت ہوئے اور تھوڑے عرصے ہی میں آپ نے اپنی ذہانت وخطابت اور صلاحیتوں سے اپنے اساتذہ کی توجہ حاصل کر لی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی صاحب جو اس وقت جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں مدرس تھے انہوں نے اپنے اس نامور شاگرد کو خراج تحسین کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب یہ بچہ میرے پاس پڑھنے کیلئے ایا تو اس کی عمر بہت چھوٹی تھی لیکن یہ بہت ذہین تھا اور ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا مصداق اس بچے نے میرے تین

کلاسیں پڑھیں اور اپنی ذہانت و قابلیت سے متاثر کیا۔ کسی استاد کا اپنے شاگرد کو اس سے بڑھ کو خراج تحسین کیا ہو سکتا ہے۔ بہرحال مولانا ثاقب صاحب نے جامعہ تعلیمات میں علم وعقل کی بہت سی منزلیں طے کیں پھر وہ کسی وجہ سے جامعہ رحمانیہ لاہور میں چلے گئے اور ہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ لاہور بورڈ سے ہی انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ لاہور میں سے ہی انہوں نے ایف اے، بی اے، اور ایم اے، کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کئے۔

ثاقب صاحب نے جن اساتذہ کرام کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، مولانا حافظ عبدالعزیز علوی، مولانا محمد فاروق صارم، حافظ منظور احمد، قاری اقبال، ماسٹر طارق صاحب داؤدی، مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری، پروفیسر غلام احمد حریری، مولانا عبدالغفار حسن، مولانا عبیدالرحمٰن محمد بن عبداللہ، محمد محمود العریان۔

تحصیل علم کے بعد وہ کامیابی کے زینے چڑھتے چلے گئے اور ان پر ترقی کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ عالم اسلام کی عظیم المرتبت علمی شخصیت تھے وہ بڑے صاحب النظر اور صاحب بصیرت انسان تھے۔ وہ مولانا عطاء الرحمٰن کی صلاحیتوں سے آگاہ تھے۔ لہٰذا علامہ صاحب نے انہیں اپنا پرسنل سیکرٹری بنالیا اور انہیں عربی زبان وادب کی تعلیم کیلئے سعودی عرب بھیجا۔ ثاقب صاحب کچھ عرصہ سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض میں رہے اور انہوں نے وہاں سے لغۃ العربیۃ کا کورس امتیازی نمبروں میں پاس کیا اور اول پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل لیا۔ پاکستان واپس آکر وہ علامہ صاحب کے خاص دست راست بنے۔ علامہ صاحب کی مصاحبت نے ان کی علمی صلاحیتوں میں اور نکھار پیدا کیا۔ علامہ شہید ان پر بے پناہ اعتماد کرتے، اور ان کو اپنا بیٹا شمار کرتے تھے۔ علامہ شہید اپنی عربی تصانیف کی تدوین و ترتیب میں ثاقب صاحب کو شریک رکھتے تھے اور ان کی کتب کی ٹائپنگ بھی ثاقب صاحب ہی کیا کرتے تھے۔ علامہ صاحب نے ثاقب صاحب کو سعودی عرب بھیج کر کمپیوٹر کی ٹریننگ بھی دلوائی تھی۔

یہاں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ علامہ شہید ان پر حد درجہ مہربان اور مشفق تھے اور وہ ذہین طلباء سے کام لینا بخوبی جانتے تھے اور ان کی کوششوں اور جماعتی کاز کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے۔ میرے پیارے دوست رانا محمد شفیق خاں پسروری بھی علامہ صاحب کے چہیتے تھے۔ اور علامہ صاحب انہیں سفروحضر اور علمی مباحث میں ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ قاضی عبدالقدیر خاموش صاحب بھی اس گروہ باوفا کے رکن تھے اور علامہ شہید کی نظر شفقت کا مرکز۔ افسوس کے علامہ شہید کی شہادت کے ساتھ ہی اہل علم کی یہ بزم انتشار کا شکار ہوگئی۔ اور سب دوست اپنی من پسند راہوں پر چل نکلے۔ لیکن ہمارے ممدوح عطاء الرحمٰن ثاقب اس موقعہ پر بھی علامہ شہید کے خاندان کے ہمراہ رہے۔ علامہ شہید کی بیوہ اور صاحبزادہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب ان پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔ دسمبر 1989 میں علامہ شہید کی یاد میں ماہنامہ ترجمان السنہ کا اجراء کیا گیا اس کے مدیر ابتسام الٰہی تھے اور مدیر مسئول عطاء الرحمٰن ثاقب کو بنایا گیا تھا۔ اس دور میں میری ان سے شناسائی اور دوستی ہوئی تھی جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے ثاقب صاحب اس وقت ڈاکٹر اسرار صاحب کے کالج میں پڑھاتے تھے وہ وہاں سے پڑھا کر ڈیڑھ بجے دن کو ادارہ ترجمان السنہ 475 شادمان لاہور پہنچتے اور رسالہ ایڈٹ کرتے اور دیگر علمی نوعیت کے کام نپٹاتے۔

نومبر 1993 میں ماہنامہ ترجمان السنہ بند ہوگیا تھا اب ثاقب صاحب نے ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب کی خواہش پر جماعت مجاہدین کے دفتر میں ترجمۃ القرآن کی کلاس کو پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ ان کے حلقہ درس میں پڑھے لکھے گریجوایٹ قسم کے لوگ شرکت کرتے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے۔ روز افزوں ان کے حلقہ درس میں وسعت آتی گئی اور ان کا فہم قرآن کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا انہیں قرآن اور اس کی تعلیمات کے فروغ سے بے حد لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ایک عرصے سے لاہور میں دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہزاروں افراد کو قرآنی گرائمر سے آشنا کر کے فہم قرآن کے کورسز کے ذریعے دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔

فہم قران کے باعث کئی افراد نے اپنے اپنے اندر قرآنی انقلاب اجاگر ہوتا محسوس کیا اور جس سے معاشرے میں ایک نیا دینی ماحول بیدار ہو رہا تھا۔ گذشتہ تین برسوں سے ماہنامہ مجلہ فہم قرآن، بھی نکال رہے تھے جو قرآنی انقلاب کی طرف ایک اہم پیش رفت تھی۔ اس مجلے میں آپ کے فکر انگیز اداریے اور سبق کی شکل میں لیکچرز ہوتے تھے جن سے سینکڑوں پڑھے لکھے خواتین و حضرات مستفید ہو رہے تھے۔ ان کی المناک شہادت سے قرآنی تعلیمات کے طالب علموں کو شدید نقصان ہوا ہے۔ پروفیسر ثاقب درد دل رکھنے والے سچے مسلمان داعی

تھے۔ وہ قرآنی انقلاب لانے کیلئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیتے تھے۔ درس قرآن کیلئے بڑی محنت کرتے اور بھرپور تیاری کر کے آتے قرآنی علوم پر ان کی نظر گہری تھی۔ قرآن کے بہت بڑے مفسر تھے۔ اس کے مشکل مقامات اور ناسخ و منسوخ وغیرہ کی نہایت عمدگی سے وضاحت کرتے۔ پھر شان نزول، قرآن کی عبارات اور استعارات، اعجاز و ایجاز، تخصیص اعراب، تذکیر و موعظت، واقعات و قصص، فضائل، اس کے اجمال کی تفسیر، متشابہات و محکمات، حروف مقطعات اور وحی وغیرہ اہم مسائل پر اس اسلوب سے گفتگو فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ انداز بیان درد میں ڈوبا ہوا، جو بات زبان سے ادا ہوتی وہ دل کی گہرائیوں سے نکلتی، اس سے اثر کا دائرہ اور بھی بڑھ جاتا بلاشبہ وہ اس دور میں اپنے قائم کردہ ادارے قرآن انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے قرآن کی بے پناہ خدمت کرر رہے تھے۔ جب انہوں نے فہم قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا تو ان کے دل کی دنیا بھی بدل گئی تھی۔ جماعتی سیاست سے دست کش ہو گئے تھے جن لوگوں سے انہیں علامہ شہید کیس کے سبب شکوہ تھا ان کو بھی انہوں نے خانہ ذہن سے نکال دیا تھا داڑھی بڑھالی تھی اور تقویٰ وخلوص کی راہ اختیار کر لی تھی۔ وہ اپنے مشن میں ثابت قدمی سے رواں دواں تھے علامہ شہید نے ان کی تربیت کچھ اس انداز میں کی تھی کہ انہیں اسلامی علوم میں یگانہ روزگار بنا دیا تھا وہ ملکی سیاست میں بھی دلچسپی رکھتے تھے اور ادیان باطلہ سے متعلق بھی آزادی اظہار کو حق سمجھتے۔ اپنی بات کو زوردار الفاظ میں بیان کرتے اور دلائل دے کر مخالف کو خاموش کرا دیتے۔ فصیح البیان مقرر تھے زبان کو حرکت دیتے اور علم وفضل کے موتی بکھیرتے چلے جاتے۔ شہادت سے دو روز قبل ان کا پرویزیوں سے مباحثہ ہوا تھا انہوں نے ان کے مرکز ماڈل ٹاؤن لاہور میں دو گھنٹے لیکچر دیا اور ان کے پیش کردہ اعتراضات کے جواب اس خوبی اور زوردار دلائل سے دیئے کہ وہ خاموش ہو گئے۔ ثاقب صاحب کی علمی لیاقت مسلمہ تھی۔ گذشتہ سال حکومت پاکستان نے ان کی صلاحیتوں کے باوصف انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا تھا۔ پھر ان پر مزید ذمہ داری عائد کی گئی اور انہیں نصاب کمیٹی کا چیئر مین مقرر کیا گیا۔ اس وقت آپ چھٹی اور ساتویں جماعت کا نصاب مرتب کرر ہے تھے۔ ریڈیو پاکستان اور ٹی وی پر بھی اب ان کے لیکچر ہونے لگے تھے اس سے ایک خلق کثیر مستفید ہو رہی تھی۔

پروفیسر ثاقب شہید تحریر ونگارش کا عمدہ ونفیس ذوق رکھتے تھے ان کی تحریروں میں دلائل و براہین کی بھرمار، تحقیق وعلم کی فراوانی اور زبان وادب کی بلندی کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ آپ عربی زبان و ادب سے شناسا اور اس کی نزاکتوں سے آگاہ تھے۔ ترجمہ وتالیف میں بھی انہیں کمال حاصل تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کی تین بلند پایہ کتب، البریلویہ، الشیعہ والسنہ اور تصوف کو اردو جامہ انہوں نے پہنایا۔ اس کے علاوہ آپ نے تفہیم قرآن کیلئے تیسیر القرآن گرائمر اور تیسیر القرآن ڈکشنری مرتب کی جو کہ مطبوع ہے۔ بعض معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پورے قرآن کا ترجمہ بھی کیا جو عنقریب اشاعت پذیر ہوگا۔ پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب کا علمی فیض جاری تھا کہ کسی شقی القلب نے 19 مارچ 2002 کی صبح ساڑھے سات بجے انہیں اس وقت شہید کر دیا جب وہ ترجمۃ القرآن کے سلسلے میں اے جی آفس لاہور کے آڈیٹوریم میں لیکچر دینے پہنچے تھے۔ ان کی موت ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان جیسے لائق عالم دین خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مجھے اسی روز دس بجے صبح ایک دوست نے ان کے سانحہ دلفگار کی خبر سنائی تو دل دھک سے رہ گیا۔ ان سے وابستہ خوش گوار یادوں کے واقعات سطح ذہن پر ابھر کر آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔ ان کا پروقار اور معصوم چہرہ سامنے آگیا اور بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔ میرے وہ محسن تھے ان کے زیر ادارت ہی میں نے مضمون نویسی شروع کی تھی وہ میری قلمی نگارشات دیکھتے اور خوش ہوتے افسوس آج ان کے دست شفقت اور دعاؤں سے خود کو محروم سمجھتا ہوں۔ اس داعی توحید وسنت کی ایک نماز جنازہ ناصر باغ لاہور میں ادا کی گئی۔ اس میں ہزاروں افراد اور جماعتی قائدین شریک ہوئے۔ امامت کے فرائض صاحبزادہ ابتسام الٰہی ظہیر نے ادا کئے۔ اس کے بعد ان کی میت فیصل آباد میں ان کے بہنوئی مولانا عبدالتواب صاحب کے ہاں لائی گئی۔ اور علامہ اقبال کالونی محمدی مسجد اہلحدیث میں شہید کے استاد حافظ عبدالعزیز علوی صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس میں جامعہ سلفیہ کے اساتذہ وطلباء اور جماعت اہلحدیث فیصل آباد کے اکابرین شریک ہوئے میں بھی اپنے محترم دوست مولانا امان اللہ مجاہد جو کہ میرے محلے دار ہیں اور سیالکوٹ میں خطابت کا فریضہ ادا کرتے ہیں ان کے ہمراہ نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ جب میں نے مرحوم کا آخری دیدار کیا تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ محو خواب

بقیہ ص 41 پر